Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 3 (4) Oct-Dec, 2017 pp.309-326.
SSN 2520-7113 (Print), ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

RIGHTS OF WOMEN IN THE LIGHT OF SURAH 'NISA' OF THE HOLY QURAN

حقوق نسواں،سورۃالنساء کا خصوصی مطالعہ

سجاداللہ خان[1]، پروفیسرڈاکٹر عبدالغفور اعوان[2]

ABSTRACT-Society is composed of persons and every person working in different fields is a part of society. Society determines the rights and obligations of every person so that the people may be able to discharge them accordingly. The responsibilities are assigned to every person according to his qualification, skill and experience. A person is respected due to his social status and noble deeds, not on account of his economic status. In this paper, we have studied the right of women in the light of *Surah Nisa.* We have noted that women in Pakistan are not enjoying the rights mentioned in this chapter of Holy Quran and violence against women is continued. We suggest that the government of Pakistan should make legislation for protection of the rights of women so that may able to get share in property of their parents and husband and spend their lives in a secure social environment.

Key words: Rights of women, gender discrimination, domestic violence.
Type of study: **Original research article**
Paper received: 18.07.2017.
Paper accepted: 25.08.2017
Online published: 01.10.2017.

---

1. M. Phil scholar, Department of Islamic Studies, Institute of Southern Punjab, Multan- Pakistan. Cell# +923002850684. Email sajjadullahafridi@gmail.com
2. Dean, Faculties of Management, Social Sciences, Institute of Southern Punjab, Multan.ghafoor70@yahoo.com. Cell# +923136015051

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 3 (4) Oct-Dec, 2017 pp.309-326
SSN 2520-7113 (Print), ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

تعارف:

اسلام میں حقوق کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیاہے، جو کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے طور پر جانے جاتے ہیں۔حقوق اللہ وہ حقوق ہیں جو کہ ایک فرد کے ذمہ اپنے الٰہ کی بندگی کے اظہار کے لئے ہوتے ہیں جبکہ حقوق العباد کا تعلق اللہ تبارک و تعالیٰ کی مخلوق سے ہے خصوصاً انسانوں سے ہے۔اس آرٹیکل میں ہم صرف حقوق نسواں کا مطالعہ سورہ النساء کی روشنی میں کریں گے۔

ظہو ر اسلا م سے قبل عو رت کا مقا م :

اسلا م کی آمد سے پہلے عو رت کا معا شر ے میں کو ئی مقا م نہ تھا ۔ عور تو ں کے سا تھ ظلم و زیا دتی کی جاتی تھی معا شر ے میں ان کی قد رو منز لت نہیں تھی ۔ اگر کسی آدمی کے گھر بچی کی پید ائش ہوتی تو وہ شر مند گی محسو س کر تا۔ اور لڑ کی کو با عث زحمت سمجھا جاتا ۔ اسی طر ح معا شر ے میں جا ہلیت کی انتہا اس حد تک پہنچی تھی کہ آدمی اپنی بچی کو زند ہ درگو رکر تا عو رت کو معا شر ے کا فر د نہیں سمجھا جا تا ۔ اگر کسی عو رت کا خا و ند فو ت ہو جا تا تو ور اثت میں اسے کو ئی حصہ نہیں دیا جا تا ۔پو رے عر ب میں عو رت کو حقا رت کی نگا ہ سے دیکھا جا تا تھا اور عو رتو ں کے سا تھ نا رو ا سلو ک رکھا جا تاتھا ۔ عو رت کو ایک کھلو نے کے طو ر پر استعمال کیا جاتا ۔ جس قد ر ظلم وستم عر ب معا شر ے میں عا م تھا اس کی کو ئی مثا ل نہیں ملتی ۔ ان لو گو ں کے ہا ں خو اتین کی قد ر جا نو روں سے بھی بد تر تھی ۔ ان عو ر تو ں پر تشد د کر نا،انہیں ایذا پہنچانا، ان کے سا تھ بر ے سے برا سلو ک کر نا ان لو گو ں میں ایک عام رواج تھا ۔ اس طر ح کا رویہ کرنے پر بھی بجائے پشیما ن ہو نے کے وہ فخرمحسو س کر تے تھے۔ اس گنا ہ کو وہ لو گ گنا ہ ہی نہیں سمجھتے تھے حتیٰ کہ اگر وہ عو رت کو جا ن سے ما ر د یتے تو بھی ان کے ہاں کوئی بڑ ی با ت نہیں تھی ۔عر بی مر دو ں کے لئے عو ر تو ں کی کو ئی قید نہ تھی ،بھیڑ، بکر یو ں کی طر ح جتنی چا ہتا عو رتو ں کو شا دی کے بند ھن میں با ندھ لیتا تھا۔

اگرچہ کچھ تعلیم یافتہ قبائل میں عو رت کو کا فی قد رومنز لت بھی حا صل تھی مثلاً خا ندانی جھگڑوں اور تناز عوں کے حل میں عو رت کے فیصلہ کومنظور کر نا اور بعض اوقا ت کسی فریق کومنا نے کے لیے اپنی خو اتین کو سا تھ لے جا نا مگر مجمو عی طورپر عورت کو وہ مقام حا صل نہ تھا جو کہ اسلا م نے عطا کیا ۔

اسلا م میں عورت کا مقام :

اسلا م میں عو رت کو جو مقام دیا گیا ہے وہ دوسر ے کسی بھی مذہب میں نظر نہیں آتا ، دیگر معا شر وں کی بہ نسبت اسلا می معا شر ہ میں عو رت کو بہت زیا دہ تحفظ دیا گیا ہے ۔ عا م طو ر پر یہ خیا ل کیا جا تا ہے کہ اسلا م میں عو رت کا کوئی مقا م نہیں ، عورت پر سب سے زیا دہ پا بندی عائد ہے ۔ اسی طر ح یہ بھی کہا جا تا ہے کہ عورت اپنے حق کیلئے آ واز نہیں اٹھا سکتی اور اسلا م میں عو رت کے جا ن و ما ل کا تحفظ نہیں حا لا نکہ وا قعہ اس کے بر خلا ف ہے۔

حضر ت عبد اللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسو ل ﷺ نے ارشا د فرما یا کہ :

" الدنیا متاع و خیر متاع الدنیا المراۃ الصلحۃ".[1]

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 3 (4) Oct-Dec, 2017 pp.309-326
SSN 2520-7113 (Print), ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

ترجمہ : دنیا ایک سا ما ن ہے اور دنیا کا بہترین سا ما ن "صا لح عو رت "ہے ۔

اس حد یث میں رسو ل اللہ ﷺ نے عو رت کوبہتر ین دولت قر ار دیا ہے اس حد یث سے وا ضح طو ر پر عورت کا مقا م و مر تبہ ظا ہر ہو تا ہے ۔اسلا م کی آ مد عو رت کے لیے غلا می، ذلت اور ظلم واستحصا ل کے بند ھنوں سے آ زادی کا پیغا م تھی اسلا م نے ان تما م قبیح رسو مات کا خا تمہ کر دیا جو عو رت کے انسانی وقار کے منا فی تھیں اور عو رت کو وہ حیثیت عطا کی جس سے وہ معا شر ے میں اس عز ت وتکریم کی مستحق قر ار پا ئی جس کے مستحق مر د ہیں ۔

ارشا د با ری تعا لیٰ ہے :

" فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْ ۢ بَعْضٍ

".[2]

ترجمہ : ان کے رب نے ان کی التجا کو قبو ل کر لیا (اور فرما یا) کہ میں تم میں سے کسی عمل کر نے وا لے کے عمل کو ضا ئع نہیں کر و ں گا ، چا ہے وہ مر د ہو یا عورت۔

اللہ تعا لی نے عو ر تو ں اورمر دوں کو تقو یٰ کے لحا ظ سے برابر قر ار دیا ہے ۔ عو رت اور مر د میں سے جو بھی نیک عمل کر ے گا ان کے اس عمل کو قبو ل کیا جا ئے گا ۔ اللہ تعا لی کے ہا ں وہی انسان کا میاب ہے جو کہ اللہ تعا لیٰ کے احکا ما ت کے مطا بق زند گی گز ا رے گا چا ہے وہ مرد ہو یا عو رت ۔

دور حاضر میں مغربی معاشرہ میں عورت کا مقام:

مغرب کی صنعتی انقلا ب نے جہا ں اپنے معا شر ے کی سیا سی ، سماجی اورمعاشی زند گی میں تبد یلی پید اکی وہا ں پر"حقوق نسواں" کا ایک خو بصو رت نعرہ بلند کیا ۔ جنگ عظیم اول میں جہا ں پر مر د وں کی زیا دہ امو ات ہوئیں اور ان کا خلا ء پر ُکر نا ان کے بس کی با ت نہ تھی اس کے بعد انہو ں نے "حقوق نسواں" کا نعر ہ بلند کیا اور خو اتین کو گھروں سے با ہر نکل کر معا شی طو ر پر مستحکم ہو نے کا مو قع ملا ، انہوں نے اپنے لیے اجر تو ں میں مسا وات کا مطا لبہ کیا ، ووٹ دینے کا حق طلب کیا تا کہ اسے حق جتا نے اور اپنے مطا لبا ت منو انے کے لیے آ واز اٹھا نے کا موقع مل سکے، پھر اس نے پا رلیمنٹ میں نما ئند گی کا حق چا ہا تا کہ وہ مسا وات کو بجا ثا بت کر ے اور اسے تسلیم کرانے کے لیے مثبت طور پر آ واز بلند کر سکے ۔

چنا نچہ انفر ادی اور اجتما عی سطح پر جد و جہد کے بعد عو رت کے حقو ق کے لیے قو ا نین بنا ئے گئے ، مختلف سطح پر زبا نی ، تحریر ی اور تشہیر ی مہم کے ذر یعے حقو ق نسو اں کی نہ صر ف آ وا ز بلند کی گئی بلکہ اس کو اس کی اصلی حیثیت اور قد رو منز لت دینے کے لیے نعرے بلند کیے ۔

مو لا نا اسد گیلا نی لکھتے ہیں "مسا وات کے اس خو بصو رت نعرے کے سا تھ مر د وں نے اپنی ذمہ داریو ں کا بو جھ تو ہلکا کر لیا ، اورپھر مساو ات کا جھا نسہ دے کر یہ تصو ر دیا کہ عو رتیں بھی و ہی مو ٹا اور نیلا لبا س پہنیں جو مر د اپنے کا م کا ج کے او قا ت میں پہنتے ہیں اور وہ مز دوروں کے سا تھ بیٹھ کر روڑ ی کوٹیں اور سڑ کو ں کی کھد ائی کریں"[3].

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 3 (4) Oct-Dec, 2017 pp.309-326
SSN 2520-7113 (Print), ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

پا کستا نی معاشرے میں خو اتین کی حیثیت:

جد ید دور اگر چہ سائنسی و معا شی لحا ظ سے تر قی یا فتہ دور کہلا تا ہے ،مگر حقیقت میں یہ معا شر تی انحطا ط کا دور بھی ثا بت ہو ا ہے اس وقت ہما رےمعا شرے میں عو رتو ں کو جو حقو ق حا صل ہو ئے ہیں وہ صر ف کا غذ وں کی حد تک ہی ہیں ۔ ہما را معا شر ہ عور تو ں کے حو الے سے افر اط و تفر یط کا شکا ر ہے ۔ امت مسلمہ کے زوال کے بعدمسلما نو ں میں سیا سی انحطا ط ضرور آ یا لیکن سا تھ ہی فکر ی، تہذ ہی اورا خلا قی انتشا ر بھی خو ف نا ک صو رت میں سا منے آ یا ہے ۔

پا کستا ن کے بہت سے علا قے ایسے ہیں کہ جہا ں لو گ لڑ کے کی پید ائش پر خو شی مناتے ہیں اور با قا عد ہ مٹھا ئیا ں تقسیم کر تے ہیں اور تقر یبا ت منعقد کر تے ہیں ۔ مگر لڑ کی کی پید ائش پر بالکل خامو شی ہوتی ہے اور لڑ کی کی پید ائش کی خبر کے متعلق لو گو ں کو بتا نا بھی منا سب نہیں سمجھتے۔ اسی طر ح پا کستا ن کے دیہی علا قو ں میں کا روکا ری ، وٹہ سٹہ اور زبر دستی کی شا دی کا بھی عا م رواج ہے ۔ پا کستا ن کے کچھ علا قو ں میں عو رت کی قر آ ن کے سا تھ شا دی کی جا تی ہے جو کہ ایک بہت بڑ ا فعل اور گنا ہ ہے ۔ ہما رے معا شر ے میں خو اتین پر تیزاب پھینکنے کے وا قعا ت بھی عا م ہو رہے ہیں ۔ طلا ق یا فتہ خو اتین تو ہما رے معا شر ے میں بر ی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں ایسی عو رت کو خا ند انی عز ت پر دھبہ تصو ر کیا جا تا ہے ۔ مر د عو ر تو ں کو طلا ق دینے کے بعد نہ صر ف شر عی نفقہ ادا نہیں کرتے ہیں بلکہ ان کا سا مان تک بھی انہیں وا پس نہیں کیا جا تا ۔ اسی طر ح غیر ت کے نا م پر قتل بھی ہما رے ملک میں عا م رواج ہے ۔ پا کستا ن میں عو رتو ں کے حقو ق کے متعلق بہت سے بل اسمبلی میں پا س ہو ئے ہیں لیکن اس کے دور رس نتا ئج مر تّب نہیں ہوئے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ بل مغربی ممالک کی ہد ایا ت کےمطا بق بنا ئے جا تے ہیں اور ان کےمتعلق ہما رے علماء اور فقہا ء سے کسی بھی قسم کی مشا ورت نہیں کی جا تی ۔ پا کستا ن میں اسلامی نظر یاتی کو نسل کا ادارہ موجود ہے اور اس سے مشا ورت کر کے ہی اگر عو رتو ں کے حقو ق کے متعلق کو ئی بل تشکیل دیا جا ئے تو اس کے مثبت نتا ئج آ سکتے ہیں ۔

اسلام میں عورت کا مقام:

اسلام نے عورت کو وہ مقام دیا ہے کہ دور جاہلیت کی عورت اس کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی ۔ اس سےپہلے جب عورت کو ایک بکاؤ جنس تصور کیا جاتا تھا وہاں عورت کو ماں ، بیٹی بہن اور بیوی کا جائز مقام دے کر اسے عوجِ ثریّا تک پہنچایا۔

عورت بحیثیت ماں:

تاریخ انسانی میں اسلام نے پہلی مرتبہ عورت کو مستقل قانونی حیثیت عطا کی ہے۔اسلام کی آمد سے قبل عورت کا کوئی خاص مقام نہ تھا۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے کہ جس میں عورت کو اعلیٰ وارفع مقام دیا گیا ہے۔اسلام نے عورت کی مختلف حیثیتوں کا تعین کیا ہے ۔ اس آرٹیکل میں ہم دیکھیں گے کہ ہمارے مذہب نے عورت کی حیثیت کو کس انداز میں پیش کیا ہے۔عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کے جو تاکیدی احکام قرآن و سنت نے دیئے ہیں اس کی مثال دوسرے مذاہب میں نہیں ملتی۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ:

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 3 (4) Oct-Dec, 2017 pp.309-326
SSN 2520-7113 (Print), ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

" عن أبی ھریرۃرضی اللہ عنہ قال: جاء رجل اِلی رسول اللہ ؐ فقال:یا رسول اللہ ﷺ من احق الناس بحسن صحابتی ؟ قال : "امّک ".قال ثم من ؟ قال: ثم" امّک". قال:ثم من ؟ قال: ثم" امّک". قال ثم من ؟ قال:ثم "أبوک"[4]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ ؓنے فرمایا : ایک آدمی رسول اللہؐ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گذار ہوا: یا رسول اللہؐ ! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا تمہاری والدہ، عرض کی کہ پھر کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا تمہاری والدہ،عرض کی کہ پھر کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا تمہاری والدہ،عرض کی کہ پھر کون ہے؟پھر آپؐ نے فرمایا تمہارا والد۔

اس حدیث مبارکہ سے والدین کے مقام کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کتنے عظیم ہیں۔والدین میں بھی والدہ کا مقام بہت بڑا ہے۔ اولاد کے لئے یہ پیغام ہے کہ وہ والدین کے حقوق ادا کرنے کے پابند ہونگے۔

اسی طرح دوران حمل اور وضع حمل میں جو خاص تکلیف اور مشقت عورت اٹھاتی ہے اس کا تصور بھی مردوں کے لئے ممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کی جسمانی اور جذباتی و نفسیاتی ساخت میں تکلیف کو جھیلنے اور برداشت کر نے کی مرد کے مقابلے میں صلاحیت و قوت بہت زیادہ رکھی ہے۔ اس کے لئے اس معاملے میں عورت مرد پر فضیلت رکھتی ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

" وَ وَ صَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوٰالِدَیْہِ حَمَلَتْہُ اُمُّہٗ وَ ھْنَاً عَلٰی وَ ھْنٍ وَّفِصٰلُہٗ فِی عَا مَیْنِ اَنِ الشْکُرْلِیْ وَ لِوَالِدَیْکَ اِلَیَّ الْمَصِیْرٌ [5]

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی ہے کہ اس کی ماں نے تکلیف پر تکلیف اٹھا کر اسے پیٹ میں رکھا اور دو سال میں اس کا دودھ چھوٹتا ہے سو تو میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کر(اور یاد رکھ) آخر میری ہی طرف (تم سب کو) لوٹ کر آنا ہے۔

عورت بحیثیت بیٹی:

اسلام نے عورت کی ہر حیثیت کو ایک مسلمہ اورمحترم مقام عطا کیاہے۔ بحیثیت بیٹی اس پر تبصرہ کرنے سے قبل ظہور اسلام سے پہلے کے زمانہ کو دیکھا جائے تو اسلام ہمیں حقیقی طورپر ایک رحمت کا مذہب نظر آتا ہے۔کیونکہ لڑکی کی پیدائش ایک ایسا معیوب واقعہ ہوتا تھا کہ باپ لوگوں کی طعنوں کے نشانوں پر ہوتا ۔ بیٹی کی پیدائش عربوں کیلئے نہایت منحوس تصور کی جاتی تھی۔

یہ عربوں کا دستور تھا کہ جب ان کے یہاں لڑکی پیدا ہوتی تو لڑکی کا باپ اس کی پیدائش کو اپنے لئے معیوب اور باعث ذلت سمجھتا تھا اور بچے کی ولادت سے چند روز پہلے ہی منظر سے غائب ہو جاتا تھااور لوگوں سے چھپا چھپا پھرتا تھا کہ معلوم نہیں میرے گھر میں کیا پیدا ہو، پھر اگر لڑکا پیدا ہوجاتا تو وہ اس کو اپنے لئے باعث عزت سمجھتا تھا اور اگر لڑکی پیدا ہوجاتی تو اس کو اپنے لئے ذلت و رسوائی کا باعث سمجھتا تھا۔ وہ یہ سوچتا کہ اگر لڑکی پیدا ہوئی اور میں لوگوں کے سامنے ہوں گا توکہیں میری ذلت اور رسوائی نہ ہو جائے، اس لئے وہ پہلے سے ہی چھپ جاتا تھا، اور لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ دیتا تھا۔ اگر اس کو لڑکے کے پیدا ہونے کی خوشخبری ملتی تو پھر وہ سب کے سامنے آجاتا اورسب سے کہتا کہ میرے یہاں لڑکا ہوا ہے اور میں نے یہ نام رکھ دیا ہے۔

عربوں کی جہالت اس درجہ کو پہنچ گئی تھی کہ وہ لڑکی کی پیدائش کے بعد یہ سوچتے تھے کہ یا تو میں اس لڑکی کو زندہ رکھوں اور جب تک یہ زندہ رہے اس وقت تک میں ذلیل و خوار ہوں گا یا پھر اس کو قتل کر دوں یا پھر ویسے ہی زندہ دفن کردوں۔

قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

" وَاِذَبُشِّرَاَحَدُ ھُمْ بِا لْاُنْثٰی ظَلَّ وَجھُہ، مُسْوَدَّا وَّھُوَ کَظِیمُ،۔ یَتَوَاریٰ مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَبِہٖ اَیُمْسِکُہ، عَلیٰ ھُوْنِ اَمْ یَدُ سُّہٗ فِی ا لتُّرَ ابِ اَلَا سَآ ءَ مَا یَحْکُمُوْنَ "[6]

ترجمہ: اور جب ان میں سے کسی لڑکی (کی پیدائش) کی خوشخبری سنائی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہوجاتا ہے اور وہ غصہ سے بھر جاتا ہے اور وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے ۔اس بری خبر کی وجہ سے جو اسے سنائی گئی ہے (اب یہ سوچنے لگتا ہے کہ) آیا اسے ذلت ورسوائی کے ساتھ (زندہ) رکھے یا اسے مٹی میں دبا دے(یعنی زندہ درگور کر دے) خبردار کتنا بڑا فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں۔

بیٹیوں کی پرورش کی فضیلت کے ساتھ ساتھ حضور اقدس ﷺ نے بیٹیوں کے حقوق بھی بیان فرمائے ہیں۔ یہ وہ حقوق ہیں جو زمانہ جاہلیت میں بیٹیوں کو نہیں دیے جاتے تھے۔لہٰذا ارشادباری تعالیٰ ہے:

" یُو صِیکُمُ اللہُ فِیٓ اَوْ لَا دِ کُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ فَاِ نْ کُنَّ نِسَآ ءً فَوْ قَ اثْنَتَیْنِ فَلَھُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَکَ وَ اِنْ کَا نَتْ وَا حِدَ ةً فَلَھَا النِّصْفُ "[7]

ترجمہ: اللہ تمہاری اولاد (کی وراثت کے حصوں)کے متعلق تمہیں حکم دیتا ہے کہ (میت کے)ایک بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے۔ سو اگر صرف بیٹیاں دو یا دو سے زیادہ ہوں تو ان کا حصہ (کل ترکہ کا) نصف ہے۔

وراثت کے احکام میں اللہ تعالیٰ نے اولاد کے ذکر سے احکام شروع فرمائے کیونکہ انسان کا سب سے زیادہ تعلق اپنی اولاد کے ساتھ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کو میراث کا حقدار بنایاجس کے مطابق لڑکے کو دو حصے اور لڑکی کو ایک حصہ دیا جائے گا۔قرآن پاک میں بیٹیوں کو حصہ دلانے کا اس قدر اہتمام کیا ہے کہ بیٹی کے حصہ کو اصل قرار دے کر بیٹے کا حصہ بتلایا اسی طرح یہ بھی فرمایا گیا کہ اگر مرنے والی کی اولاد میں سے صرف بیٹیاں ہوں اور بیٹیاں دو یا دو سے زیادہ ہوں اور بیٹے نہ ہوں تو ان کو دو تہائی حصہ ملے گا جس میں تمام لڑکیاں شریک ہونگی اسی طرح اگر مرنے والے کی اولاد میں سے صرف ایک بیٹی ہو اور اولاد نرینہ نہ ہوتو میت کی مالِ وراثت میں سے بیٹی کو آدھا حصہ ملے گا۔ظہور اسلام سے قبل لوگ اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کرتے ان کے حقوق کو اپنے لئے بوجھ سمجھتے ان کے ساتھ بد سلوکی کا مظاہرہ کرتے تھے۔ اس کے برعکس اسلام نے عورت کوبحیثیت ماں بہن اور بیٹی اور بیوی جو حقوق دئیے ہیں قدیم مذاہب میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

عورت بحیثیت بیوی:

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت وحکمت بالغہ سے انسان کی دو صنفیں " مردو عورت" بنا کر ایک دوسرے کے لئے سامان راحت و لذت اور ذریعہ تسکین و طمانیت پیدا فرما دیا جس سے دنیا کا یہ پورا

نظام ایک خاص انداز سے چل رہا ہے اور اس کی وجہ سے انسانوں کی آبادی کا سلسلہ بھی جاری و ساری ہے۔

جس طرح قانون کے معاملے میں والد کو اور حسن سلوک کے معاملے میں والدہ کو فوقیت حاصل ہے۔ یہی صورت حال ہمیں اسلام کے عائلی نظام میں شوہر اور بیوی کے معاملے میں نظر آتی ہے۔

نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے :

" عن عبداللہ ابن عمرو ان رسول اللہ ﷺ قال: (الدنیا متاع و خیر متاع الدنیا المراۃ الصالحۃ) "[8]

عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: دنیا ایک سامان ہے اور دنیا کا بہترین سامان صالح عورت ہے۔

اسلام سے قبل عرب میں عورت کی خاندانی زندگی نہایت قابل رحم تھی۔ ان کے ساتھ جانوروں جیسا سلوک کیا جاتا۔ عام معاشرے میں عورت کی کوئی حیثیت نہ تھی۔اسلام کی آمد کے بعد عورت کو معاشرے میں ایک خاص مقام دیا گیا۔ ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے سے متعلق فرمایا گیا ہے۔چنانچہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے عورتوں کے متعلق تلقین فرمائی:

" الا واستر صوابابالنساء خیر ا"[9]

ترجمہ: عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرو۔

رسول اللہؐ نے فرمایا:

" خیر کم خیرکم لأ هلو"[10]

ترجمہ: تم میں اچھا وہی ہے جو اپنے اہل (یعنی بیوی بچوں) کیلئے اچھا ہے۔

خاوند کو اگر اپنی بیوی میں کوئی نقص نظر آئے تو بھی ان سے تعلقات توڑنے یا بد سلوکی کرنے کی بجائے ان کی خوبیوں کی طرف نگاہ کرے اور حسن سلوک کرتے ہوئے عمدہ طریقے سے ان کے ساتھ نباہ کرے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" وَ عَاشِرُوْ ہُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ کَرِہْتُمُوْ ہُنَّ فَعَسَى اَنْ تَکْرَ ہُوْا شَیئاًً وَّ یَجْعَلَ اللہُ فِیْہِ خَیْراً کَثِیْراً"[11]

ترجمہ: ان کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو اور اگروہ تمہیں نا پسند ہوں تو ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند نہ ہو مگر اللہ نے اس میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو۔

ارشا د ربا نی ہے:

"وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْھُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْھُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَھُنَّ فَرِیْضَۃً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ یَّعْفُوْنَ اَوْ یَعْفُوَا الَّذِیْ بِیَدِہٖ عُقْدَۃُ النِّکَاحِ ؕوَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی ؕوَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَیْنَکُمْ ط اِنَّ اللہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ"[12]

ترجمہ: اور اگر تم نے عو رتو ں کوہا تھ لگا نے سے پہلے انہیں طلا ق دے دی درآ ں حا لانکہ تم ان کا مہر مقر ر کر چکے تھے تو تمہا رے مقرر کئے ہو ئے مہر کا نصف (ادا کر نا وا جب) ہے ، البتہ عو تیں کچھ چھو ڑ دیں ، یا جس کے ہا تھ میں نکا ح کی گر ہ ہے وہ کچھ زیا دہ دے دے (تو درست ہے) اور تمہا رازیا دہ اداکر نا تقویٰ کے زیا دہ قر یب ہے اور تم ایک دو سر ے کے سا تھ نیکی کر نے کو فر امو ش نہ کر و ،بے شک اللہ تمہا رے کیے ہو ئے کا مو ں کو دیکھنے وا لا ہے ۔

قر آ ن مجید نے مہر کی ر قم کی مقد ار متعین نہیں کی البتہ یہ ضر ورہے کہ جو شخص ما لد ارہے اس کو اپنی حیثیت کے مطا بق دینا چا ہیے جس میں اس کی تر غیب ہے کہ صا حب وسعت اس میں تنگی سے کا م نہ لے ۔ اس آیت میں یہ بیا ن کیا گیا ہے کہ جس عو رت کا مہر نکا ح کے وقت مقر ر ہو اہو ، اور اس کو قبل صحبت و خلو ت کے طلا ق دے دی ہو تو مقر ر کئے ہو ئے مہر کا نصف مر د کے ذ مے واجب ہو گا البتہ اگر عو رت معا ف کر دے یا مر د پو را ا دا کردے تو اس کا اختیا ر ہے ۔ قا نو نی طو ر پر مر د اپنی بیو ی کو طلا ق دینے اور نکا ح کی گر ہ کھو لنے کا کا مل اختیا ر رکھتاہے اگر ایسا شخص بلا وجہ ایسا اقدا م کر تا ہے تو بہت بڑ ا ظلم ہے ۔

قا نو ن اپنی جگہ ہے ، لیکن سا تھ ہی اخلا قی پا بند ی بھی عا ئد کی گئی ہے ۔ اس طر ح اس کو متو ازن کیا گیا ہے ۔ مر د کسی حقیقی سب کے تحت طلا ق دیتا ہے تو اس کومکمل اختیا ر ہے ، لیکن بغیر کسی وجہ کے وہ ایسا کر تا ہے تو ایسا شخص جان لے کہ وہ اللہ کے ہا ں بہت بڑ ا مجر م بن کر پیش ہو گا ۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" وَلَهُنَّ الرُّ بُعُ مِمَّا تَرَ كْتُم اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَ لَهُج فَاِنْ كَا نَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَ كْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَ صَيِّةِ ۝ تُوْ صُوْنَ بِهَا اَوْ دَيْنِ ۝ "[13]

ترجمہ: اور اگر تمہاری اولاد نہ ہو تو تمہارے ترکہ میں سے ان کا چوتھائی حصہ ہے اور اگر تمہاری اولاد ہو تو تمہارے ترکہ میں سے ان کا آٹھواں حصہ ہے، تمہاری وصیت پوری کرنے اور تمہارا قرض ادا کرنے کے بعد.

اسلام ہی ایک واحد مذہب ہے کہ جس میں بیوی کو اس کے خاوند کے ترکہ میں سے باقاعدہ حصہ دیا گیا ہے. اسلام سے قبل ایسا کوئی قانون نہیں تھا جس کے تحت عورت کو خاوند کی میراث میں سے حصہ دیا جاتا.

عورت بحیثیت بہن:

اسلام سے قبل جس طر ح ما ں ، بیٹی اور بیو ی کے حقو ق پا ما ل کر دیئے جا تے تھے اسی طر ح بہن کے حقو ق بھی سلب کیے جا تے تھے چو نکہ سا را عر ب جا ہلیت میں ڈوبا ہو ا تھا ان کے ہا ں صد یو ں سے رواج چلتا آ ر ہا تھا کے عورت کو کسی بھی معا شر ے میں قد رکی نگا ہ سے نہیں دیکھا جا ئے گا ،یہ سلسلہ نسل درنسل چلتا رہا ۔ جب عو رت کی پید ائش ہو تی، چا ہے وہ بیٹی کی حیثیت سے ہویا بہن کی حیثیت سے ہو اُن لو گو ں کو کسی بھی قسم کی خوشی نہیں ہوتی ۔ حقیقی بھائی کو اپنی بہن کی پید ائش پر کسی بھی قسم کی خو شی کاا ظہا رنہیں ہو تا بلکہ وہ اسے اپنے لیے رسوائی کی علا مت سمجھتا تھا وہ اپنے بہنوں اور بیٹیوں کی پیدا ئش پر شر م سے اپنا چہرہ چھپا تے رہتے ۔ اگر کو ئی ان کی بہن کو قتل کر دیتا تو بھائی کے چہرے پر کسی قسم کی غمی کے آ ثا ر نمو دار نہیں ہوتے بلکہ بعض دفعہ وہ اپنی بہن یا بیٹی کو قتل کر نے میں شریک ہو تے ۔ جاہلیت کے اس دور میں عر ب کے اکثر قبا ئل اس فعل کوفخر محسوس کرتے تھے ۔ وہ لو گ بہن کو اپنے لیے بڑا عار سمجھتے تھے اس لیے وہ لوگ اپنی بہن کا خا تمہ کر کے ہی اپنے لیے عز ت اور وقا رمحسو س کرتے تھے. اگر بہن پر اس کا شو ہر بے جا تشددکر تا تو بھی بھائی کے دل میں اپنی بہن کے لیے ذرہ بر ا بر ہمد ردی نہیں ہوتی کہ وہ بہن پر ہو نے والے ظلم وستم کے با رے میں پو چھ گچھ کرتے .غر ض یہ کہ بہن

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 3 (4) Oct-Dec, 2017 pp.309-326
SSN 2520-7113 (Print), ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

کے لئے بھائی کی محبت و ہمد ردی منجمد ہو کر رہ گئی تھی ۔ اسی طر ح جہا ں دوسرے معاملات میں بہنوں کے ساتھ غیر منصفا نہ رویہ رکھا جا تا وہاں وراثت کے معا ملے میں بھی بہنوں کا کو ئی حصہ مقر ر نہ تھا ۔ ان لو گو ں کے ہاں یہ کو ئی بڑی با ت نہ تھی کیو نکہ وہ لو گ بہن کی پید ائش کو اپنے لیے بو جھ اور ذلت سمجھتے تھے ۔

جب اسلام کا سو رج طلو ع ہو ا تو اس کے بعد ہرقسم کی بر ائیو ں کا خا تمہ ہو ا ۔ اللہ تبا رک وتعا لیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر رسو ل اللہ ﷺکو روئے زمین پر اتا را آ پ ﷺ نے اپنے اعما ل کے ذریعے لو گو ں کے درمیا ن پیارومحبت کی فضا قا ئم کی اور قیا مت تک کے انسا نو ں کے لیے ایک ایسا اسلامی نظا م نا فذکیا کہ جس کے ذر یعے لو گو ں کے درمیان حسن سلو ک کی فضا قا ئم ہو ئی ۔ اسی طر ح وراثت کی خا طر جو لو گ اپنی بہنوں کو قتل کر دیتے وہی لو گ اپنی بہنو ں کو با پ کی وراثت میں سے حصہ دیا کرتے تھے ۔

اہل عر ب کا جاہلیت کے دور میں یہ دستو ر تھا کہ وہ عو رتو ں اور بچوں کو ان کے با پ کے مر نے کے بعد وراثت سے محر وم کر دیتے تھے ان کے رواج کے مطا بق مر نے وا لے شخص کا بڑ ابیٹا پو ری وراثت کا حق دار ہو تا تھا ۔ اس کے علا وہ جا ئید اد میں مر نے وا لے شخص کی بیو ی یابہن یا چھوٹے بیٹوں یا بیٹیوں کا حصہ نہیں ہو تا ۔ اس کے برعکس اسلام نے ان تما م فر سو دہ رسم و رواج کو ختم کر دیا اور مر دوں کے سا تھ سا تھ عو رتو ں اور بچو ں کو وراثت میں حصے دیے گئے ۔ یہ صر ف اور صر ف اسلا م کے ہی رو نما ہو اکہ عر ب کے رہنے والے وہ نو جو ان بیٹے جو اپنے با پ کے مر نے کے بعد اس کی جا ئید اد پر خو دقا بض ہو جا تا تھا ۔ اور مر نے وا لے کی بیٹیو ں یعنی اپنی بہنوں کو جا ئید اد میں سے حصہ نہیں دیتے لیکن جیسے وہ لو گ اسلام میں داخل ہو ئے تو وہ ایسے محتا ط کا مل ہو گئے کہ با پ کی وفا ت کے بعد بہنوں کو جا ئید اد سے محر وم کر نا تو درکنا ر اس کے با رے میں سو چنا بھی گنا ہ سمجھنے لگے۔

اسلا م نے مر د وعو رت کو بر ا بر کا مقا م عطا فر ما یا بلکہ عو رت کو وہ مقا م عطا فر ما یا جو کسی مذ ہب نے نہیں دیا ۔ قر آ ن مجید میں جہا ں عو رت کے دیگر معاشرتی وسما جی حقو ق کا تعین کیا گیا ہے وہا ں بطو رِبہن اس کے حقو ق کے متعلق فر ما یا گیا ہے ۔ارشاد ربا نی ہے :

"وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَٰلَةً أَوِ ٱمْرَأَةٌ وَلَهُۥٓ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَٰحِدٍ مِّنْهُمَا ٱلسُّدُسُ ۚ فَإِن كَانُوٓا۟ أَكْثَرَ مِن ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِى ٱلثُّلُثِ ۚ مِنۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَآ أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ"[14]

ترجمہ: اور اگر کسی ایسے مر د یا عورت کی وراثت تقسیم کی جا رہی ہو جس کے نہ ما ں با پ ہو ں نہ کو ئی اولاداور اس کا ماں کی طر ف سے ایک بھا ئی یا ایک بہن ہو (یعنی اخیا فی بھا ئی یا بہن) تو ان دو نو ں میں سے ہر ایک کیلئے چھٹا حصہ ہے اگر وہ بھا ئی بہن ایک سے زیا دہ ہو ں تو سب ایک تہا ئی میں شر یک ہو نگے (یہ تقسیم بھی) اس وصیت کے بعد (ہو گی) جو (وارثو ں کو) نقصان پہنچائے بغیر کی گئی ہو یا قر ض (کی ادا ئیگی) کے بعد۔

علا مہ سید محمو د آ لو سی حنفی م (۱۲۷۰ ھ) لکھتے ہیں ۔

اس آ یت کر یمہ میں بھا ئی یا بہن سے مر اد فقط اخیا فی بھا ئی بہن (ما ں کی طر ف سے) ہیں ۔ عا م مفسر ین کا بھی اسی پر اتفا ق ہے ۔ اس آ یت میں یہ فر ما یا گیا ہے کہ اگر اخیا فی بھائی یا بہن ایک ہو تو اس کا حصہ چھٹا ہے اور اگر ایک سے زیا دہ ہوں تو ان کا حصہ تہا ئی ہے اور ما ں کا

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 3 (4) Oct-Dec, 2017 pp.309-326
SSN 2520-7113 (Print), ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

بھی یہی حصہ ہے تو منا سب ہو اکہ ماں کی طر ف بھا ئی یا بہن کا بھی یہی حصہ ہو ۔ اور اس آ یت میں بھا ئی یابہن کا حصہ سد س اور ثلث فر ما یا گیا ہے ۔مذ کو رہ تفصیلا ت سے یہ با ت واضح ہوتی ہے کہ حقوق وفرا ئض سے محروم عو رت کو اسلام نے ایسے حقو ق سے ہم کنا ر کیا جو اس کے لیے دونو ں جہا نو ں میں سو دمند ہیں ۔ظہور اسلام کے بعد دنیا نے پہلی مر تبہ عو رت کی اہمیت کا مشا ہد ہ کیا معا شر ے کی فلا ح وبہو د کے لیے لا زم ہے کہ عو رتو ں کو بھی اس کے جا ئز حقو ق دیے جا ئیں ۔

نکاح کے احکام اور مفسرین کی آراء:

قرآن مجید کی سورۃ النساء میں اللہتعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَاطَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآئِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ج فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ط ذٰلِکَ اَدْنٰٓی اَلَّا تَعُوْلُوْا''[15]

ترجمہ: اگر ڈرو تم اس سے کہ نہ انصاف کر سکو تم یتیم بچوں کے معاملہ میں (تو ان سے نکاح نہ کرو) اور نکاح کروجو پسند آئیں تمہیں (اور ان کے علاوہ دوسری)عورتوں سے دودو تین تین اور چارچار اور اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم ان میں عدل نہیں کرسکو گے تو پھر ایک ہی یا کنیزیں جن کے مالک ہوں تمہارے دائیں ہاتھ یہ زیادہ قریب ہے ۔اس کے کہ تم ایک طرف ہی جھک جاؤ۔

تفسیر قرطبی:

امام ابو عبداللہمحمد بن احمد بن ابو بکر قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ: وَاِنْ خِفْتُمْ یہ شرط ہے اور اس کا جواب فَانْکِحُوْا ہے یعنی اگر تم ان کے مہور اور ان میں خرچ کرنے میں عدل نہ کر سکوتوصرف ان سے نکاح کرو جو تمہیں پسند ہیں ۔

امام قرطبیؒ اس ضمن میں صحیح مسلم کے حوالے سےحدیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت عروہ بن زبیر ؓنےحضرت عائشہؓ سے اس آیت کے تحت روایت کیاہے کہ (وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتَمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ) اے میرے بھانجے ،یہاں اس یتیم بچی کے بارے میں ہے جو کسی ولی کی پرورش میں ہوتی تھی اور وہ اس کے مال میں شریک ہوتی تھی پس اس بچی کا مال اور جمال اس اس ولی کو اچھا لگتا تھا تو وہ اس سے خود نکاح کرنا چاہتا تھا مگر اس کے مہر میں انصاف اور جتنا کوئی دوسرا اس کو انصاف دیتا اتنا وہ دینے کا رادہ نہ کرتا پس انہیں ان عورتوں سے نکاح کرنے سے منع کیا گیا مگر یہ کہ ان سے انصاف کریں ا ور رواج کے مطابق انہیں مہر دیں اور انہیں حکم دیا گیا کہ وہ ان عورتوں کے علاوہ جو انہیں پسند ہیں ان سے نکاح کریں[16] ۔

امام قرطبیؒ اس سلسلہ میں امام ابو حنیفہؒ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اس آیت سے یتیمہ کے نکاح کا بلوغت سے پہلے جائز ہونے کا تعلق جوڑا ہے ۔فرمایا بلوغ سے پہلے یتیمہ ہوتی ہے ، بلوغت کے بعد مطلق عورت ہوتی ہے یتیمہ نہیں ہوتی یہ اس کی دلیل ہے کہ اگر بالغہ کا ارادہ کیا ہوتا تو اس کے مہر مثل سے کم کرنے کی بات ہی نہ کی جاتی کیونکہ اسے یہ اختیار ہوتا ہے پس یہ تو اجماعاًجائز ہے۔[17]

تفسیر ابن کثیر :

نکاح کے متعلق حافظ عمادالدین ابو الفداء ابن کثیرؒ لکھتے ہیں ۔

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 3 (4) Oct-Dec, 2017 pp.309-326
SSN 2520-7113 (Print), ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

اللہ‌تعالیٰ کاارشاد ہے کہ تمہاری پرورش میں کوئی یتیم لڑکی ہو اور تم اس سے نکاح کرنا چاہتے ہو چونکہ اس کا کوئی اور نہیں اس لیے تم ایسا نہ کرو کہ مہر اور حقوق میں کمی کرکے اس کو اپنے گھر میں ڈال لو، اس سے باز رہو اور عورتیں بہت ہیں جس سے چاہو نکاح کر لو ۔

ابن کثیرؒ حضرت عائشہ کی روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک یتیم لڑکی تھی جس کے پاس مال بھی تھا اور باغ بھی جس کی پرورش میں وہ تھی اس نے صرف اس مال کے لالچ میں بغیر اسکا مہر وغیرہ مقرر کرنے کے اس سے نکاح کرلیا جس پر یہ آیت اتری ۔صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابن شباب نے حضرت عائشہؓ سے آیت کا مطلب پوچھا تو آپؓ نے فرمایا بھانجے یہ ذکر اس لڑکی کا ہے جو اپنے ولی کے قبضہ میں ہے ۔ اس کے مال میں شریک ہے اور اسے اس کا مال وجمال اچھا لگتا ہے ۔چاہتا ہے کہ اس سے نکاح کرلے لیکن جو مہروغیرہ اور جگہ سے اسے ملتا ہے اتنایہ نہیں دیتا تو اسے منع کیا جارہا ہے کہ وہ اس سے اپنی نیّت چھوڑ دے اور کسی دوسری عورت سے جس سے چاہے نکاح کر لے۔ پھر اس کے بعد ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے اسی کی بابت دریافت کیا اور آیت وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَاۗءِ الخ نازل ہو ئی وہاں فرمایا گیا ہے کہ جب یتیم لڑکی کم مال والی اور کم جمال والی ہوتی ہے اس وقت تو اس کے ولی اس سے بے رغبتی کرتے ہیں ۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ مال و جمال پر مائل ہوکر اس کے پورے حقوق ادانہ کرے اس سے اپنا نکاح کرلیں ۔ہاں عدل وانصاف سے پورا و مہر وغیرہ مقرر کریں تو کوئی حرج نہیں ورنہ پھر عورتوں کی کمی نہیں اور کسی سے جس سے چاہیں اظہار نکاح کرلیں ۔دودو عورتیں اپنے نکاح میں رکھیں اگر چاہیں تین تین رکھیں اگر چاہیں چار چار ، جیسے اور جگہ یہ الفاظ انہی معنوں میں ہیں۔[18]

تفہیم القرآن:

نکاح کے بارے میں مولانا ابو الا علیٰ مودودی لکھتے ہیں کہ اہل تفسیر نے اس آیت کے تین مفہوم بیان کئے ہیں۔

"۱۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں جو یتیم بچیاں لوگوں کی سرپرستی میں ہوتی تھیں ان کے مال اور ان کے حسن جمال کی وجہ سے یا اس خیال سے کہ ان کا کوئی سر دھرا تو ہے یا نہیں ، جس طرح ہم چاہیں گے دبا کر رکھیں گے ، وہ ان کے ساتھ خود نکاح کر لیتے تھے اور پھر ان پر ظلم کیا کرتے تھے ۔ پھر ارشاد ہوا کہ اگر تم کو اندیشہ ہوکہ یتیم لڑکیوں کے ساتھ انصاف نہ کر سکو گے تو دوسری عورتیں دنیا میں موجود ہیں ان میں سے جو تمہیں پسند آئیں ان کے ساتھ نکاح کرلو ۔ اسی سورۃ میں انیسویں رکوع کی پہلی آیت اس تفسیر کی تائید کرتی ہے ۔

۲۔مولانامودودیؒ ابن عباسؓ کے شاگرد عکرمہ کے حوالے سے اس کی تفسیر بیان کرتے ہیں کہ جاہلیت میں نکاح کی کوئی حد نہ تھی کہ ایک ایک شخص دس دس بیویاں کر لیتا تھا۔ اور جب اس کثرت ازدواج سے مصارف بڑھ جاتے تو مجبور ہوکر اپنے یتیم بھتیجوں ،بھانجوں اور دوسرے بے بس عزیزوں کے حقوق پر دست درازی کرتا تھا اس پر اللہ‌تعالیٰ نے نکاح کے لیے چار کی حد مقرر کردی ۔اور فرمایا ظلم و بے انصافی سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ ایک سے لیکر چار تک اتنی بیویاں کرو جن کے ساتھ تم عدل پر قائم رہ سکو ۔

۳۔ سعید بن جبیرؒ او رقتادہؒ اور بعض دوسرے مفسرین کہتے ہیں کہ جہاں تک یتیموں کا معاملہ ہے اہل جاہلیت بھی ان کے ساتھ بے انصافی کرنے کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے ۔ لیکن عورتوں

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 3 (4) Oct-Dec, 2017 pp.309-326
SSN 2520-7113 (Print), ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

کے معاملے میں ان کے ذہن عدل و انصاف کے تصور سے خالی تھے۔ جتنی چاہتے شادیاں کر لیتے تھے پر ان کے ساتھ ظلم و جبر کرتے تھے۔اس پر ارشاد ہوا تم یتیموں کے ساتھ بے انصا فی کرنے سے ڈرو اول چار سے زیادہ نکاح ہی نہ کرو ، اور اس چار کی حد میں بھی بس اتنی بیویاں رکھو جن کے ساتھ انصاف کرسکو ۔"[19]

یہاں انصاف سے مراد بیویوں کے جسمانی و مالی حقوق پورے کرنا ۔آیت کے الفاظ ان تینوں تفسیروں پر متحمل ہیں اور عجب نہیں کہ تینوں مفہوم مراد ہوں۔ نیز اس کا ایک مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اگر تم یتیموں کے ساتھ انصاف نہیں کر سکتے تو ان عورتوں سے نکاح کرلو جن کے پاس یتیم بچے ہیں ۔ ضیاء القرآن :

پیر محمد کرم شاہؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ یتیم بچیاں جو اپنے سرپرستوں کی نگرانی میں ہوا کرتی تھیں ان کے سر پرست ان کے ما ل و جمال کی وجہ سے ان کو اپنی زوجیت میں لے لیتے ۔ اور باپ کا سایہ اٹھ جانے کے بعد کیونکہ ان کے حقوق کا محافظ اور ان کے دکھ درد میں ان سے ہمدر دی کرنے والا کوئی نہ ہوتا اس لیے عام طور پر نہ تو ان یتیم بچیوں کے ساتھ نکاح کرتے وقت نہ ان کو ان کی حیثیت کے مطابق مہر دیا جاتا اور نہ نکاح کے بعد ان کے حقوق ادا کیے جاتے اس لیے اللہتعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا کہ جب تمہیں اندیشہ ہو کہ تم ان بے سہارا بچیوں کے حقوق کی نگہداشت نہیں کرسکو گے تو ان کے ساتھ نکاح نہ کروجبکہ اس کے علاوہ دوسری عورتوں سے جو تمہیں پسند ہوں چار تک نکاح کر سکتے ہو۔

<u>مہر کے احکام اور مفسرین کی آراء:</u>

سورۃ النساء میں مہر کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔

"وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ط فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا"[20]

ترجمہ: اور دیاکرو اپنی عورتوں کو ان کے مہر خوشی خوشی پھر اگر وہ بخش دیں تمہیں کچھ اِس سے خوش دلی سے،تو کھاؤ اُسے لذت حاصل کرتے ہوئے خوشگوار سمجھتے ہوئے۔

تفسیر قرطبی :

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں خطاب خاوندوں کو ہے یہ حضرت ابن عباس ، حضرت قتادہ ،حضرت ابن زیداور ابن جریج کا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا کہ اپنی بیویوں کو مہر خوشی خوشی دو ۔ بعض علماء نے فرمایا اس آیت میں خطاب اولیاء کو ہے یہ ابو صالحؒ کا قول ہے۔[21]

ولی عورت کا مہر لیتا تھا اسے کچھ نہیں دیتا تھا پس اولیا ء کو ایسا کرنے سے منع کیا گیااور انہیں ان کے مہر سپرد کرنے کا حکم دیا گیا۔ کلبی کی روایت میں ہے کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ اس طرح کرتے تھے کہ عورت کا ولی جب اس کی شادی کردیتا اگر وہ عورت اس کے خاندان میں قریبی ہی بیا ہی گئی ہو تو اسے مہر میں سے کچھ بھی نہ دیتا اور وہ دُور کہیں بیاہی جاتی تو اس کا ولی اس کو ایک اونٹ پر سوار کرکے اس کے خاوند کے پاس بھیجتا اور اسے اس اونٹ کے سوا کچھ نہ دیتا ۔ تو اللہتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

"وَ اٰ تُوْ النِسَّآ ءَ صَدُ قٰتِهِنَّ نِحْلَةً"

ترجمہ: عورتوں کو خوشی خوشی ان کے مہر دیا کرو ۔

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 3 (4) Oct-Dec, 2017 pp.309-326
SSN 2520-7113 (Print), ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

تفسیر ابن کثیر:

حافظ عمادالدین ابو الفداء ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ اپنی بیویوں کو ان کے مہر خوش دلی سے ا دا کردیا کرو جو بھی مقرّ ر ہوئے اور جن کو تم نے منظور کیا ہو ہاں اگر عورت خود اپنا سار ا یا تھوڑا بہت مہر اپنی خوشی سے مرد کو معاف کردے تو اسے اختیار ہے او ر اس صورت میں بے شک مرد کو اسکا اپنے استعما ل میں لانا حلال وطیب ہے نبی ﷺ کے بعد کسی کو جائز نہیں کہ بغیر مہر واجب کے نکاح کرلے نہ یہ کہ جھوٹ موٹ مہر کا نام ہی نام ہو۔

تفہیم القران :

حضرت مولانا ابو الا علی مودودی ؒ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر اور قاضی شریح کا فیصلہ یہ ہے کہ اگر ایک عورت نے اپنے شوہر کو پورا مہر یا اس کا کوئی حصہ معاف کردیا اور بعد میں وہ اسکا پھر مطالبہ کرلے تو شوہر اس کے ادا کرنے پر مجبور کیا جائے گا کیونکہ اس کا مطالبہ کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ وہ اپنی خوشی سے مہر یا اس کا کوئی حصہ چھوڑنا نہیں چاہتی اور وہ اپنا حق مانگ رہی ہے۔

ضیاء القرآن :

پیر کرم شاہؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس آیت سے مہر کا واجب ہونا ثابت ہے اور جب تک عورت خوشی سے سارا مہر یا اس کا کوئی جز معاف نہ کردے ۔ وہ مرد کے ذمہ واجب الاد اء رہتا ہے نحلۃ اس عطیہ کو کہتے ہیں جو خوشی خوشی کسی معاوضہ کے لالچ کے بغیر دیا جائے ۔

وراثت کے احکام اور مفسرین کی آراء:

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَکَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ص وَلِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَکَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْہُ اَوْکَثُرَ ؕ نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا"[22]

ترجمہ: مردوں کے لیے حصہ ہے اس میں سے چھوڑ گئے ہیں ماں باپ اور قریبی رشتہ دار اور عورتوں کے لیے حصہ ہے ۔اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قریبی رشتہ دار اس تر کہ سے خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ یہ حصہ (اللہ کی طرف سے) مقر ر ہے۔

تفسیر قرطبی:

امام قرطبیؒ اسباب النزول للواحدی کی روایت نقل کرتے ہیں:

(جب اللہ تعالیٰ نے یتامیٰ کے امر کا ذکر کیا تو ساتھ ہی مواریث کا ذکر فرمایا اور یہ آیت اوس بن ثابت انصاری کے بارے میں نازل ہوئی وہ فوت ہوا اور ایک بیوی چھوڑی جس کو ام کجتہ کہا جاتا ہے اور اس عورت سے تین بیٹیاں چھوڑیں دو آدمی کھڑے ہوئے وہ دونوں میت کے چچا کے بیٹے تھے۔اور اس کے وصی تھے ان کو سوید اور عرفجہ کہا جاتا ہے ان دونوں نے مال لے لیا اور اس کی بیوی اور اس کی بیٹیوں کو کچھ نہ دیا اور وہ زمانہ جاہلیت میں عورتوں کووارث نہیں بناتے تھے اور نہ چھوٹے کو وارث بناتے تھے اگرچہ وہ مذکر بھی ہوتا وہ کہتے میراث صرف اسے ملے گی جو گھوڑوں کی پیٹھ پر بیٹھ کی جنگ کرے گااور نیزہ زنی کر سکتا ہو گا اورتلوار چلاسکتا ہو گا اور غنیمت جمع کر سکتا ہو گا ۔ ام کجہ نے یہ واقعہ رسول ﷺ کے سا منے ذکر کیا آپ ؐ نے ان دونوں کو بلایا تو انہوں نے

کہا ۔یارسول اللہ ! اس کا بیٹا گھوڑے پر سوار نہیں ہو سکتا ۔ نہ تو وہ بو جھ اٹھا سکتا ہے اور نہ ہی دشمن کو زخمی کر سکتا ہے نبی کریم ؐ نے فرمایا تم دونوں واپس جاؤ حتٰی کہ میں دیکھ لوں جو اللہ تعالیٰ میرے لیے ان کے بارے میں کوئی نیا حکم فرمادے ۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں مذکورہ آیت فرمائی)۔[23]

امام موصوف احکام القرآن لابن العربی کی روایت نقل کرتےہوئے رقمطراز ہیں :

(اور ان کی جہالت کی وجہ سے جوتصرف اور قول تھا اسے باطل کردیا کیونکہ چھوٹے ورثا تو بڑوں کی نسبت مال کے زیادہ حق دار ہونے چاہیے تھے کیونکہ وہ نہ تو خود تصرف کر سکتے ہیں اور نہ اپنے مصالح میں غوروفکر کر سکتے ہیں زمانہ جاہلیت کے لوگوں نے الٹ حکم جاری کیا ہوا تھا اور حکمت کو باطل کر دیا تھا اور اپنی آراء اور تصرفات میں غلطی کی تھی) ۔[24]

ہمارے علماء نے فرمایا اس آیت کے تین فوائد ہیں (۱)میراث کی علت کو بیان فرمایا وہ قرابت (۲) قرابت کا عموم جیسے بھی ہو قریبی ہو یا بعیدی ہو (۳) مقررہ حصہ کا اجمال۔ سورۃ النساء کی آیت ۷میں تقسیم کے متعلق کوئی ذکر نہیں یہ صرف چھوٹے اور بڑے کے لیے حصہ کے وجوب کا تقاضا کرتی ہے خواہ مال تھوڑا ہو یا زیادہ ہو اور یہ زمانہ جاہلیت کے رواج کا رد کرتی ہے ۔فرمایا" لِلْرِجَّالِ نَصِيْبٌ وَّ لِلْنِّسَآئِ نَصِيْبٌ "(یعنی مردوں کے لیے بھی حصہ ہے اور عورتوں کے لیے بھی حصہ ہے) یہ بالکل ظاہر ہے اور اس حصہ کی مقدار دوسری دلیل سے ماخوذ ہے وارث کہے کہ میرے لیے حصہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے پس تم مجھے اس مال سے حصہ دو ۔ اسے اس کا شریک کہے خاص طور پر تجھے دینا تو ممکن نہیں ،کیونکہ یہ میرے اور تیرے درمیان ضرراور نقصان کا باعث ہو گا کیونکہ اس طرح مال خراب ہو جائے گا اس کی ہیّت بدل جائے گی اور اس کی قیمت کم ہو جائے گی پس ترجیح واقع ہوگی اور اظہر یہ ہے کہ اس صورت میں تقسیم نہیں کرنی چاہیے جس میں منفعت باطل ہو جائے اور مال کم ہو جائے ۔

تفسیر ابن کثیر :

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ مشرکین عرب کا دستور تھا کہ جب کوئی مرجاتا تو اس کی بڑی اولاد کو اس کا مال مل جاتا چھوٹی اولاد اور عورتیں بالکل محروم رہتیں ۔اسلام نے یہ حکم نازل فرما کر سب کی مساویانہ حیثیت قائم کر دی کہ وارث تو سب ہوں گے خواہ قرابت حقیقی ہو یا خواہ بوجہ عقد زوجیت کے ہو یا بوجہ نسبت آزادگی ہو سب کو حصہ ملے گاخواہ کم و بیش ہو

تفہیم القرآن:

مولانا ابو الا علیٰ مودودی ؒلکھتے ہیں سورۃ النساء کی آیت مذکورہ میں واضح طور پر پانچ قانونی حکم دئیے گئے ہیں ایک یہ کہ میراث صرف مردوں کا حصہ نہیں ہے بلکہ عورتیں بھی اس کی حق دار ہیں دوسرے یہ کہ میراث بہر حال تقسیم ہونی چاہیے خواہ وہ کتنی ہی کم کیوں نہ ہوحتی کہ اگر مرنے والے نے ایک گز کپڑا چھوڑا ہے اور دس وارث ہیں تو اسے بھی دس حصوں میں تقسیم ہونا چاہیے یہ اور بات ہے کہ ایک وا رث دوسرے وارثوں سے ان کا حصہ خریدے۔تیسرا یہ کہ وارثت کا قانون ہر قسم کے اموال و املاک پر جاری ہوگا ۔ خواہ وہ منقولہ ہو یا غیر منقولہ ، زرعی ہو یا صنعتی یا کسی اور صنف مال میں شمار ہوتے ہوں ۔چوتھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میراث کا حق اُس وقت

پیدا ہوتا ہے ۔جب مورث کوئی مال چھوڑکرمرا ہو ۔پانچویں اس سے یہ قاعدہ بھی نکلنا ہے کہ قریب تروارث کی موجودگی میں بعید تررشتہ دار میراث نہ پائے گا ۔

ضیاء القرآن:

پیر کرم شاہ ؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ عرب میں میراث کی تقسیم کا یہ قاعدہ تھا کہ عورتیں اور چھوٹے بچے اپنے مرنے والے باپ اور خاوند وغیرہ کی وراثت سے یکسر محروم کر دیئے جاتے تھے اور اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی تھی کہ جو میدان جنگ میں داد شجاعت دینے کے قابل نہیں وہ میراث پانے کا بھی حقدار نہیں ۔ بھارت میں بھی عورت ورثاء میں شمار نہیں کی جاتی تھی اور یورپ میں تو گنگا ہی الٹی بہہ رہی تھی صرف بڑا لڑکا وارث بنتا دوسرے لڑکے بھی محروم رہ جاتے ۔ یہ حالت تھی جب قرآن کی یہ انقلاب آفرین آیت نازل ہوئی جس نے عورتوں کو مردوں کی طرح وارث قرار دیا ۔ بڑے لڑکے کی تخصیص ختم کر کے سب لڑکوں کو اپنے متوفی باپ کی وراثت میں برابر کا شریک بنایا ۔ چھوٹی اور بڑی تمام جائیدادوں میں ورثاء کو حسب حقدار تسلیم کیا ۔ نصیباً مفروضاً کے الفاظ سے واضح کردیا کہ یہ حصے اللہ تعالیٰ کے مقر ر کردہ ہیں اس میں ردو بدل کا کسی کو اختیار نہیں ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

" وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا "[25]

ترجمہ: اور نہ نکاح کرو جن سے نکاح کرچکے تمہارے باپ دادا مگر جو ہوچکا (اس سے پہلے وہ معاف ہے) بے شک یہ فعل بہت بے حیائی اور نفرت کا فعل اور بُرا طریقہ تھا)

تفسیر قرطبی:

امام قرطبی ؒ لکھتے ہیں :

اللہ‌تعالیٰ کا ارشاد ہے :(وَلَا تَنْكِحُوْ مَا نَكَحَ اٰ بَاؤُكُمْ مِنَ الْنِّسَاءِ) کہا جاتا ہے کہ پہلے دور جہالت میں لوگ اپنے باپ کی بیوی سے اس کی رضا مندی سے نکاح کر لیا کرتے تھے حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی یہ تمام احوال میں حرام ہوگیا ۔ کیونکہ نکاح کا اطلاق جماع اور نکاح کرنے پر ہوتا ہے۔ اگر باپ کسی عورت سے نکاح کرے یا اس سے و طی کرے بغیر نکاح پر اس بیٹے پر وہ عورت حرام ہوجائے گی عرب میں ایسے قبائل تھے جنکی عادت تھی اگر باپ مرجاتا تو بیٹا اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کرلیتا یہی طریقہ انصار میں بھی تھا اور قریش میں بھی یہ طریقہ باہم رضامندی پر مباح تھا ۔ پس اللہ‌تعالیٰ نے مومنین کو منع فرمایا اس سے جس طریقہ سے ان کے والدین نکاح کرتے تھے ۔

اللہ‌تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔"اِنَّهٗ كَانَ فَا حِشَةً وَّمَقْتًا وَسَاءَ وَمَآ ءَ سَبِيْلًا" اس عمل کی مذمت فرمائی اس میں مبالغہ فرمایا۔ یہ دلیل ہے کہ اس نے جو فعل کیا وہ انتہائی قبیحہ اور برا ہے جیسا کہ اسود بن خلف نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کیا تھا ۔ اشعث بن سوار نے کہا ۔ ابوقیس فوت ہوا اور یہ انصار کے نیک افراد میں سے تھا اس کے بیٹے قیس نے اپنے باپ کی بیوی کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا ۔اس عورت نے کہا میں تجھے اپنا بیٹا شمار کرتی ہوں اس کے بعد رسولؐ کے پاس حاضر ہوئی اور صورت حال عرض کی پس اللہ‌تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی۔

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 3 (4) Oct-Dec, 2017 pp.309-326
SSN 2520-7113 (Print), ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

تفسیر ابن کثیر :

حافظ ابن کثیرؒ صحیح مسلم کی حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا ، تم نے عورتوں کو اللہ کی امانت کے طور پر لیا ہے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے کلمہ سے اپنے لئے حلال کیا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ سوتیلی ماؤں کی حرمت بیان فرماتا ہے اور اس کی تعظیم ظاہر کرتا ہے یہاں تک کہ باپ نے کسی عورت سے صرف نکاح کیا ، ابھی وہ رخصت ہو کر بھی نہیں آئی مگر طلاق ہو گئی یا باپ مر گیا وغیرہ تو بھی وہ سبب برا راستہ ہے۔[26]

تفہیم القرآن:

سورۃ النساء کی اس آیت کی تفسیر میں مو لا نا ابو الا علی مودودیؒ صاحب فر ماتے ہیں کہ تمدنی اور معاشرتی مسائل میں جا ہلیت کے غلط طریقوں کوحرا م قرار دیتے ہو ئے با لعمو م قرآن مجید میں یہ با ت ضرور فر ما ئی جا تی ہے کی۔ "جو ہو چکا سو ہو چکا" اس کے دو مطلب ہیں ۔ایک یہ کہ ہے علمی اور نا دانی کے زمانہ میں جو غلطیاں تم لو گ کرتے رہے ہو ان پر گر فت نہیں کی جا ئے گی بشر طیکہ اب حکم آجا نے بعد اپنے طرز عمل کی اصلا ح کر لو اور غلط کام ہیں انہیں چھوڑدو۔ دوسرے یہ کہ زمانہ سابق کے کسی طریقے کو اب اگر حرام ٹھہرا یا گیاہے تو اس سے یہ نتیجہ نکلنا صحیح نہیں کہ پیچھے قانون یا رسم و رواج کے مطابق جو کا م پہلے کیے جا چکے ہیں ان کو کا لعدم اور ان سے پیدا شدہ نتائج کو نا جا ئز اور عائد شدہ ذمہ داریوں کا لا ز ماًساقط بھی کیا جارہا ہے ۔مثلاً اگر سو تیلی ماں سے نکا ح کو آج حرام کیا گیا ہے تو اس کے معنی یہ نہیں کہ اب تک جتنے لوگوں نے ایسے نکاح کیے تھے ان کی اولاد حرامی قرار دی جا رہی ہے اور اپنے والدین کے ما ل میں ان کا حق وراثت ختم کیا جارہا ہے۔اسی طر ح اسلامی قانون میں یہ فعل فوجداری جرم ہے اور قابل دست اندازی پولیس ہے۔امام احمدؒ تو اسی با ت کے قائل تھے کہ ایسے شخص کو قتل کیا جا ئے اور اس کا ما ل ضبط کیا جائے ۔امام ابو حنیفہؒ،امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ اس نے محرمات میں سے کسی کے ساتھ زنا کیا ہو تو اس پر حدّ زنا جا ری ہو گی ،اگر نکا ح کیا ہو تو اسے عبرت ناک سزا دی جائے گی۔

ضیاء القرآن:

سورہ النساء کی اس آیت کی تفسیر میں پیر کرم شاہؒ لکھتے ہیں ایک سابقہ آیت میں گزرا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں باپ کے مرنے کے بعد لڑکا اپنی سوتیلی ماں سے جبراً شادی کر لیا کرتا تھا ۔اس آیت کے نزول سے جبراً شادی تو بند ہوگئی لیکن جانبین کی رضا مندی سے یہ سلسلہ جاری رہا اس آ یت میں بالکل ممانعت کر دی گئی۔

خلاصہ :

اس آرٹیکل میں سورۃ النساء کا مطالعہ کر کے حقوق نسواں کے متعلق بحث کو جامع انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ۔ جب کہ سورۃالنساء میں بیان کئے گئے عورتوں کے حقوق سے متعلق احکامات ، قرآن و حدیث کی روشنی میں پیش کرنے کی ممکنہ حد تک سعی کی گئی۔ اسی طرح ان کے احکامات کے بارے میں مفسرین کرام کی بحث کو مختصر اور جامع انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

Vol 3 (4) Oct-Dec, 2017 pp.309-326
SSN 2520-7113 (Print), ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

عصر حاضر میں جیسا کہ عورتوں کے حقوق کے متعلق آواز اٹھائی جا رہی ہے۔ اور الیکٹرونک میڈیااور پرنٹ میڈیا میں ان کی آزادی اور حقوق کے بارے میں بہت سی باتیں ہو رہی ہیں کہ عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق دئیے جائیں۔ اسی طرح ہم لوگ مغربی معاشرے کی مثالیں دیتے رہتے ہیں کہ وہاں پر عورتوں کو وہ تمام حقوق دئیے جاتے ہیں جس کی اسلام نے پابندی لگائی ہے۔ لیکن دوسری طرف اگر اسلام کا مطالعہ کیا جائے تو اسلام نے جو رتبہ ، آزادی اور مقام خواتین کو دیا ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے عورت کو بحیثیت بیٹی، بیوی، بہن اور ماں کی حیثیت سے سرفراز فرمایا ہے۔ وہ معاشرہ جہاں پر بیٹی کی پیدائش کو باعث شرم اور ذلت سمجھا جاتا تھاوہاں رسول اللہ ﷺ نے بیٹی کو عزت و احترام کا مقام دیا۔ اسی طرح اسے والدین کی وراثت میں حق دار ٹھہرایا گیا۔ آپﷺ نے بیٹی کی پیدائش پر غم و غصہ کو جہالت کی تذلیل قرار دیتے ہوئے اس کی مذمت فرمائی۔ اسلام نے نسل انسانی کی بقاء کے لئے ازدواجی زندگی اور خاندانی رشتوں کو اپنی نعمت قرار دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کے متعلق فرمایا اسی طرح انہیں بھی وراثت کا حق دار ٹھہرایا۔

تجاویز:

دور حاضر میں انسان کی حقیقی آزادی اسی میں ہے کہ قرآن و سنت کے مطابق عورت کو اس کے حقوق دئیے جائیں۔ یہ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ ایسے قوانین تشکیل دئیے جائیں کہ جن کے ذریعے عورتوں کو ان کے حقوق کے حصول میں آسانی ہو۔

وراثت میں عورتوں کا حصہ اسلام نے لازم قرار دیا ہے لیکن آج کے جدید معاشرے میں بھی عورت اس حق سے محروم ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ اسلامی ممالک میں اور خاص طور پر پاکستان میں وراثت کے حقوق کی فراہمی کے لئے ایسی قانون سازی کی جائے کہ والدین اپنی اولاد میں وراثت تقسیم کرتے وقت اس بات کو لازم رکھیں کہ وہ بچوں اور بچیوں میں وراثت کی تقسیم قرآن و سنت کی روشنی میں انصاف سے کریں۔

آج کے ترقی یافتہ دورمیں دنیا کے اکثر ممالک بالخصوص پاکستان کے کئی علاقوں میں عورت اپنے معاشرتی حقوق سے محروم ہے۔ بعض علاقوں میں بچیوں کو تعلیم کے حصول میں دشواری ہوتی ہے۔اسی طرح بعض علاقوں میں عورت کی قرآن کے ساتھ شادی بھی ایک عام سی رسم ہے۔مزید یہ کہ عورت پر تیزاب پھینکنے کے واقعات میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔

حکومت وقت پر لازم ہے کہ وہ بچیوں کی تعلیم کے لئے سہولیات کے فقدان کو ختم کرے۔ بچیوں کے لئے دنیاوی اور دینی دونوں قسم کی تعلیم کے لئے نئے نئے اداروں کا قیام عمل میں لایا جائے۔ ان کے لئے ماہانہ وظیفہ مقرر کیا جائے تاکہ والدین میں اپنی بچیوں کی تعلیم کے حصول کا شوق پیدا ہو۔عورت کی قرآن کے ساتھ شادی ، تیزاب پھینکنے اور دیگر ایسے مسائل کی روک تھام کے لئے متفقہ طور پر اسلامی نظریاتی کونسل میں شامل ارکان کی مشاورت سے نئے قوانین بنائے جائیں اور ان پر عمل در آمد یقینی بنانے کی کوشش کی جائے۔

ہمارے معاشرے میں جہیز ایک مستقل سماجی برائی کی صورت اختیار کرچکا ہے اور یہ نکاح کے لئے اتنا ہی لازمی تصور کیا جاتا ہے کہ جیسے نماز کے لئے وضو۔ اس بنا پر پس ماندہ طبقوں میں کئی لڑکیاں بن بیاہی رہ جاتی ہیں۔

Global Journal of Management, Social Sciences and Humanities
Vol 3 (4) Oct-Dec, 2017 pp.309-326
SSN 2520-7113 (Print), ISSN 2520-7121 (Online)
www.gjmsweb.com. editor@gjmsweb.com

اگر ہم اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کریں تو نکاح کے لئے شریعت مطہرہ نے ایسی کوئی شرط نہیں رکھی ۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ذمہ دار لوگ فرائض انجام دیتے ہوئے معاشرہ کو اس لعنت سے نجات دلائیں تاکہ پسماندہ اور نادار طبقے بھی اپنی بچیوں کو باعزت طور پر گھر سے رخصت کر سکیں۔ پورے ملک میں یکساں نظام تعلیم نافذ کرتے ہوئے خواتین کے حقوق کے متعلق موضوعات ، قرآن و حدیث کی روشنی میں شامل کیے جائیں۔

حوالہ جات

---

1. مسلم، صحیح المسلم،۶۲۷،رقم الحدیث:۳۶۴۹۔
2. آل عمران، (۳) :۱۹۵۔
3. ندوی، معین الدین(دین رحمت،مکتبہ عارفین،کراچی،۱۹۶۷ء)ص ۱۰۷
4. بخاری، محمد بن اسمٰعیل، صحیح البخاری(دارالسلام للنشر والتوزیع ، ریاض،الطبعۃ الثانیۃ،۱۴۰۹ھ)ص ۱۰۴۵،رقم الحدیث:۵۹۷۱
5. لقمان، (۳۱):۱۴
6. النحل، (۱۶) : ۵۸-۵۹
7. النساء، (۴) :۱۱
8. مسلم،صحیح مسلم،۶۲۷،رقم الحدیث:۳۶۴۹
9. ترمذی،السنن،ص ۲۸۲
10. ترمذی،ص۹۰۷
11. النساء، (۴) :۱۹
12. البقرۃ، (۲) :۲۳۷
13. النساء، (۴) :۱۲
14. النساء، (۴) : ۱۲
15. النساء ، (۴): ۳
16. امام قرطبیؒ ، ابو عبداللہ محمد بن احمد ، تفسیر قرطبی معروف بہ احکام القرآن ، مترجم پیر کرم شاہؒ (ضیاءالقرآن پبلیکیشنز ، لاہور ،طبع اول ، ۲۰۱۲ء) ج: سوم ، ص: ۳۴
17. ایضاً ج: سوم ، ص: ۳٦۔
18. ابن کثیر ، حافظ عمادالدین ابوالفداؒ، تفسیر ابن کثیر مترجم مولانا محمد جونا گڑھیؒ (مکتب قدوسیہ ، لاہور، ۲۰۰۶ء) ج: اوّل ، ص: ۵۳۹۔
19. مودودی ، سید ابولاعلیٰ ، تفہیم القرآن ، (ادارہ ترجمان القرآن، لاہور) ص: ۳۲۰
20. النساء ،(۴):۴
21. تفسیر قرطبی ،ج: سوم ، ص:۳۵
22. النساء (۴) :۷
23. قرطبیؒ ، تفسیر قرطبی ،ج: سوم ، ص:۶۶۔
24. قرطبیؒ ، تفسیر قرطبی ،ج: سوم ، ص:۶۶۔
25. النساء ،(۴):۲۲
26. تفسیر ابن کثیر ج: اوّل ، ص: ۵۶۳